© rasailojaraid.com

رسائل و مسائل

طبی اخلاقیات

سوال: ۱- کیا میڈیکل دواساز کمپنیوں کی رقم سے کوئی ڈاکٹر انفرادی دائرے میں جہاز کا ٹکٹ، گاڑی، نقد رقم، ہوٹل میں قیام کے اخراجات، ان کی گاڑی کا استعمال، بال پوائنٹ یا ان کی دعوتوں سے استفادہ کرسکتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟

۲- اجتماعی دائرے میں کارخیر کے لیے رقم، مریض کے لیے دوا، علمی اجتماعات کا انعقاد، سیمی نار یا علمی و تحقیقی کاموں کے بین الاقوامی پروگرامات میں اسپانسرشپ لی جاسکتی ہے۔

۳- بازار میں ایک ہی دوا مختلف کمپنیوں کی طرف سے مختلف قیمتوں پر دستیاب ہوتی ہے۔ کیا مہنگی دوا لکھی جاسکتی ہے، جب کہ مؤثر سستی دوا موجود ہو۔ کیا اثرانگیزی کی بنا پر مہنگی دوا لکھی جاسکتی ہے۔ اس میں گناہ کا احتمال ہے یا نہیں؟

جواب: قرآن کریم کے ہدایت اور خاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہونے [وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ ۝ القلم ۶۸:۴] کا واضح مفہوم یہ ہے کہ زندگی کے مختلف دائروں میں جن کا تعلّق چاہے معیشت سے ہو یا معاشرت سے، سیاست سے ہو یا عبادات سے، تعمیراتی منصوبوں سے ہو یا ایک طبیب، استاد یا اہلِ فن کے معاملات کے ساتھ، ہر ہر شعبۂ حیات میں اصولِ اخلاق اور ان کی تطبیق کے لیے رہنمائی پائی جائے۔ اسی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر مسکراہٹ اور ہر ہر عمل کو اسوۂ حسنہ قرار دے کر، ہمیں یہ دعوت دی گئی کہ آپ کے اسوہ اور قرآن کریم کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے روزمرہ کے معاملات کا حل تلاش کیا جائے۔

انسانی جان اور دین کا تحفظ و بقا، دو اوّلین مقاصد شریعہ ہیں اور اس لحاظ سے ایک مسلم طبیب کے لیے نہ صرف جان بلکہ دین کے حوالے سے بھی مناسب معلومات رکھنا ضروری ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہی وجہ ہے کہ ۲۰ویں صدی کی تحریکِ احیاے دین کے زیراثر سیکڑوں، ہزاروں مسلم اطبّا دنیا کے ہر گوشے میں جدید طبی مسائل کے حوالے سے مشاورت، سیمی نار اور کانفرنسوں کے ذریعے ان مسائل کے حل میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کے مسائل حل کرنے کی ذمہ داری نہ صرف علماے کرام کی ہے، بلکہ یکساں طور پر ان مسلم اطبّا کی بھی ہے جو دین کا فہم رکھتے ہوں اور شریعت کے اصولوں سے آگاہی رکھتے ہوں۔ ان مسائل کا دیرپا حل اسی وقت ممکن ہے جب طب کی تعلیم کے دوران ہر مسلم طالب علم کو قرآن وسنت کی تعلیمات سے اتنا آگاہ کر دیا جائے کہ وہ حلال و حرام کے فرق کو خود سمجھ سکے اور قرآن وسنت کے واضح اصولوں کو خود استعمال کرتے ہوئے نئے راستے نکال سکے۔

ان اصولوں میں سے دو بنیادی اصول حفظ نفس اور حفظ دین ہیں۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو دین کی بنیاد جن اصولوں پر ہے، وہ ہر مسئلے پر ہماری رہنمائی کرتے ہیں یعنی توحید اور عدل۔

اگر ایک دواساز کمپنی ایک طبیب کو بیرون ملک تفریح کے لیے ٹکٹ، رہایش فراہم کرتی ہے تو ظاہر ہے اس کا مقصد کسی مریض کی فلاح یا کسی علمی تحقیق کے ذریعے انسانیت کی جان بچانا نہیں ہوسکتا۔ اس کا واضح مقصد اس طبیب کو ممنون احسان بنا کر اپنی دوا کی زیادہ فروخت اور شہرت ہی ہوسکتا ہے جو بظاہر رشوت اور شہادتِ زُور سے مماثلت کی بنا پر جائز اور حلال قرار نہیں دیا جاسکتا اور اسلامی شریعت کے واضح احکامات کی خلاف ورزی شمار ہوگا۔ اس لیے وہ بیرون ملک سفر کی سہولت ہو یا ذاتی استعمال کے لیے کار کی فراہمی، نقد رقم یا دیگر سہولیات کی فراہمی، ان میں سے کسی بھی سہولت کو جائز نہیں کہا جاسکتا۔

حد سے حد جس چیز کو گوارا کیا جاسکتا ہے، وہ کسی دواز ساز کمپنی کی طرف سے تقسیم کیے گئے بال پوائنٹ قلم، جس کی بنا پر کوئی طبیب کسی دواساز کمپنی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور جسے اپنی مالیت اور معاوضہ نہ ہونے کی بنا پر رشوت نہیں کہا جاسکتا۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ رمضان المبارک کے آغاز میں بہت سے تجارتی ادارے اوقات سحر وافطار طبع کر کے عام فائدے کے لیے تقسیم کرتے ہیں اور گو اس پر ان کے ادارے کا نام چھپا ہوتا ہے لیکن اصل مقصد عوام الناس کو ایک سہولت دینا ہے اور محض اس بنا پر کوئی ان کی دکان سے اشیا نہیں خریدتا۔

سوال کا دوسرا پہلو اجتماعی فوائد یا مصالح عامہ سے ہے، یعنی اگر ایک دواساز کمپنی ایک تعلیمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ادارے کو ایک بڑی رقم اس غرض سے دیتی ہے کہ کسی مہلک مرض کے علاج کے لیے تحقیق کروائی جائے اور اس غرض سے محققین کی ایک ٹیم کی تنخواہیں، یا لیبارٹری کا قیام، یا ایک سائنسی سیمی نار کے انعقاد کے ذریعے اس مرض کے علاج کے راستے دریافت کیے جائیں تو اس صورت میں یہ رقم نہ تو رشوت شمار ہوگی اور نہ اس کی بنا پر محققین شہادتِ زور کے مرتکب ہوں گے۔ ہاں اگر ان محققین کو اس غرض سے رکھا جائے کہ وہ کمپنی کی تیار کردہ کسی دوا کی تعریف و تحسین کریں اور نتائج میں یہ بات دکھائیں کہ یہ دوا دیگر ادویات کے مقابلے میں زیادہ مفید ہے جب کہ حقیقتِ واقعہ یہ نہ ہو تو اس کا یہ عمل اسلامی اصولوں کے منافی اور رشوت اور شہادتِ زور کی تعریف میں آئے گا۔ یہاں معاملہ محض نیت کا نہیں ہے، بلکہ ہر دو جانب سے شفاف طور پر تحقیق کی نوعیت اور مقاصد کا ہے۔

اگر ایک دواساز کمپنی اپنے منافع کا ۱۰ فی صد حصہ صرف اس کام کے لیے مخصوص کرتی ہے کہ وہ کسی خاص مرض یا کسی خاص دوا کی اثر انگیزی پر تحقیق کرائے گی اس سے قطع نظر کہ وہ دوا اس کی اپنی ساختہ ہو یا محض کیمیائی طور پر تیار کی گئی ہو تو اس رقم کا استعمال مصلحت عامہ کے اصول کی بنا پر جائز اور حلال ہوگا۔ لیکن اگر وہ مشروط طور پر یہ کام کرائے، یا اس کا اصل مقصد یہ ہو کہ اس کی دوا دوسروں کے مقابلے میں برتر ثابت کی جائے جب کہ دیگر ادویات بھی ویسی ہی اثر انگیزی رکھتی ہوں تو یہ ایک ناجائز اور غیر اخلاقی کام ہوگا جس کی اسلامی شریعت میں کوئی گنجایش نہیں۔

شریعت ایک عمل کے حرام یا حلال ہونے کے ساتھ اُس عمل کے طریقے کو بھی یکساں اہمیت دیتی ہے اور حصولِ مقصد کے لیے جو ذرائع استعمال کیے جائیں، وہ بھی اخلاقی اور قانونی لحاظ سے معروف اور بھلائی پر مبنی ہونے چاہییں۔ کسی کام کے لیے اچھی نیت کے بعد اگر ذریعہ منکر اختیار کیا جائے تو وہ کام اچھا نہیں بن سکتا، اس لیے طبی اخلاقیات میں بھی ہمیں مقصد اور ذرائع دونوں کو اخلاق کا تابع بنانا ہوگا۔

مصلحت عامہ کے لیے کسی ادارے سے غیر مشروط طور پر امداد لے کر علمی اجتماعات کا منعقد کرنا، یا مریضوں کے لیے اُس رقم سے ادویات حاصل کر کے نادار افراد کی مدد کرنا، یا ان کی طبی سہولت کے لیے اس رقم سے ایمبولینس خریدنا وغیرہ مقصد اور ذریعہ دونوں کے پیش نظر حرام نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اگر کوئی ادارہ اس قسم کی کسی امداد کے بغیر خود اپنے وسائل سے کام کرسکتا ہے تو لازماً یہ افضل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے لیکن اگر غیر مشروط طور پر کوئی دوا ساز کمپنی کسی اجتماعی رفاہی کام کے لیے کوئی رقم مخصوص کرتی ہے اور اس کے نتیجے میں وہ کسی بدلے کی توقع نہیں کرتی تو اس میں اخلاقی طور پر کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔

بازار میں ایک ہی نسخے سے تیار کردہ مختلف ناموں سے پائی جانے والی ادویات میں بعض اوقات تو کسی ایک عنصر کے تناسب یا اضافے کی بنا پر، اگر وہ اضافہ کرنا طبی طور پر ضروری ہو، دوا کی قیمت میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ حقیقی بھی ہو سکتا ہے اور مصنوعی بھی۔ لیکن اگر اجزا ایک ہیں اور کمپنی کی شہرت کی بنا پر وہ اپنی شہرت کی قیمت وصول کر رہی ہے تو ایک مسلم طبیب کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے مریض کا مفاد دیکھے یعنی یہ کہ اس کی صحت اور جان کے تحفظ کے لیے کون سی دوا زیادہ بہتر ہے، چاہے اس کی قیمت دوسری دوا سے ۵۰ فی صد کم ہی کیوں نہ ہو۔

بعض اطبا کا یہ خیال کہ اگر وہ مریض کو ایک مہنگی دوا دیں گے تو نفسیاتی طور پر وہ زیادہ مطمئن ہوگا، یہ ایک غیر اخلاقی فعل ہے۔ دوا کے اجزا اگر یکساں ہوں تو لازمی طور پر ایک کم قیمت دوا کا لکھنا افضل ہے۔ شریعت کا معروف اصول حفظِ مال کا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان کے مال کو ناجائز طور پر نقصان نہ پہنچایا جائے۔ ایک طبیب یہ جانتے ہوئے کہ ایک اینٹی بائیوٹک کم قیمت ہے اور ایک محض کسی کمپنی کی شہرت کی بنا پر اس سے ۷۰ فی صد زیادہ مہنگی ہے، اگر مہنگی دوا تجویز کرتا ہے تو یہ مریض کے مال کو نقصان پہنچانا ہے اور مقاصدِ شریعت سے ٹکراتا ہے۔ ہاں یہ یقین کرنے کی ضرورت ہوگی کہ ایک کم قیمت دوا کے اجزاے عنصری وہی ہوں جو مرض کی اصلاح کے لیے ضروری ہیں۔

اگر تحقیق سے یہ بات معلوم ہو کہ ایک دوا اپنی اثر انگیزی میں دوسری کے مقابلے میں زیادہ مؤثر ہوگی لیکن قیمتاً مہنگی ہے، جب کہ دوسری قیمتاً کم ہے اور اثر انگیزی میں بھی کم ہے تو طبیب کو فقہی اجتہاد کرنا ہوگا کہ کیا مرض کی نوعیت سرعت کے ساتھ علاج کی متقاضی ہے، یا ایک ہلکا اثر کرنے والی دوا بجاے دو دن میں اثر دکھانے کے تین دن میں اثر دکھا دے گی اور اس سے مریض کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ یہ اس کا اجتہاد محض اپنے طبی تجربے کی بنیاد پر ہوگا اور ایسا کرتے وقت وہ اللہ کو حاضر جان کر یہ طے کرے گا کہ کون سی دوا تجویز کرے۔ دراصل ہر طبی راے ایک ذمہ دار اور اجتہادی راے کا مقام رکھتی ہے اور ایک مسلم طبیب کو شریعت کے بنیادی اصولوں سے اتنا آگاہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنے ضمیر اور علم کی بنیاد پر موقع ہی پر اس طرح کے اجتہادی فیصلے کر سکے۔ (ڈاکٹر انیس احمد)

© rasailojaraid.com